## سوال

(28) مدرس یا امام کی تنخواہ زکاۃ کے مال سے دینا

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسجد یا مدرسہ میں ایک میاں یا ملا رکھ کر گاؤں کی بچوں کو تعلیم دلائی جائے اوران میں صاحبان زکوۃ کےبچے بھی تعلیم پاویں تو کیا جائز ہوگا یا نہیں ؟ درانحالیکہ زکوۃ دینے والے حضرات میاں یا ملا کی تنخواہ اپنے عشر وزکوۃ کی رقم سے دیتے ہیں ۔

---

# الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

اصحاب اموال کا اپنے بچوں کو ایسے لوگوں سے تعلیم دلانا جن کو وہ تنخواہ اپنے اموال کی زکوۃ وعشر سے دیتے ہوں درست نہیں

ہذا الرجح عندی الی ہذا الان

ایسے علمائے دین جو آیت کے مصداق ہوں لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ ... سورة البقرة

یعنی : دینی تعلیم وخدمت کےلئے وقف ہوگئے ہوں اور فکر معیت کےلئے وقت نہ نکال سکتے ہوں مساکین میں داخل ہیں ۔ بشرطیکہ انہوں نے تعلیم دین کو حصول کازر کا پشہ نہ بنالیا ہو ضرورت اور حاجب زیادہ لیتے ہوں اور کسی حالت میں ساعی وسائل نہ بنتے ہوں ۔ ایسے علماء ودعاۃ مدزکوۃ کے بلاشبہ مستحق ہیں ۔ اسی طرح غریب طلبہ علوم دینیہ بھی آیت مذکورہ کی رو سے فقراء ومساکین میں داخل ہیں ۔ اور ضروری ہے کہ اس مدسے ان کی خبر گیری کی جائے ۔ رھگئے علماء اغنیاء جو سونے یا چاندی کے نصاب کے مالک ہیں یا خوشحال وزیندار ہیں یا کرایہ کی جائدادوں کے مالک ہیں اور قرآن وعلوم دینیہ کی ترویج اور دعوت وارشاد ہدایت وتبلیغ یا درس وتدریس میں مصروف ومشغول رہتے ہیں ان کو زکوۃ دینی ارو خود ان کو زکوۃ لینی جائز ہے یا نہیں ؟ اسی طرح مدارس کا اجراء وقیام اورمدرسین وملازمین کی تنخواہ اس مدسے دینی جائز ہے یا نہیں ؟ سو اس میں اختلاف ہے ۔ بعض علمائے اہل حدیث اسے جائز درست کہتے ہیں ۔ ان میں بعض نے ان علماء ومدرسین کو سبیل اللہ میں داخل سمجھاہ ۔ ان کا خیال ہے کہ سبیل اللہ کے ذریعہ ایک جامع وحاوی مقصد کا دروازہ کھول دیا گیا ہے ۔ جس میں دین وامت کے مصالح کی ساری باتیں آگئیں ۔ مثلا قرآن شرعیہ کی ترویج واشاعت مدارس کا اجراء وقیام دعاۃ ومبلغین کا قیام وارسال ہدایت وارشاد امت کے تمام مفید مسائل ۔

اکثر علماء کے خیال میں سبیل اللہ مراد صرف مجاہدین وغزاۃ ہیں

کما قال شمس الائمۃ ابن قدامۃ فی الشرح الکبیر علی متن المقنع : لاخلاف فی انہم اا لغزاۃ لان سبیل اللہ عند الاطلاق ہو الغزو انتہی

علامہ سید رضا مصری مرحوم نے مخالفت کی ہے ۔ چنانچہ لکھتے ہی

بقولہ (ہذا غیر صحیح! بل سبیل اللہ ہو الطریق الموصل إلی مرضاتہ وجنتہ وہو الإسلام فی جملتہ، وآیات الإنفاق فی سبیل اللہ تشمل جمیع أنواع النفقۃ المشروعۃ، وماذا یقول فی آیات الصد والإضلال عن سبیل اللہ والہجرۃ فی سبیل اللہ؟ بل لا یصح أن یفسر سبیل اللہ فی آیات القتال نفسہا بالغزو؛ لأن القتال ہو الغزو، وإنما یکون فی سبیل اللہ إذا أرید بہ أن یکون کلمۃ اللہ ہی العلیا ودینہ ہو المتبع، فسبیل اللہ فی الآیۃ یعم الغزو الشرعی وغیرہ من مصالح الإسلام، بحسب لفظہ العربی، ویحتاج التخصیص إلی دلیل صحیح

قلت : الراجع عندي أنہم االغزاۃ خاصۃ وإن کانت کلمۃ سبیل اللہ بحسب لفظہا العربی عامۃ تشمل جمیع مصالح الاسلام العامۃ لکن المراد فی آیۃ مصارف الزکوۃ فیما أری واللہ اعلم بمراد کلامہ- الغزاۃ خاصۃ والدلیل علی ہذا التخصیص ماروی احمد ومالک وابوداوابن ماجہ وغیرہم عن ابی سعید مرفوعا : لا تحل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ لعامل علیہا اورجل اشتراہا بمالہ اورغازي فی سبیل اللہ الخ

وعلی ہذا فلا یدخل فی سبیل اللہ الاغنیاء من اصحاب الدعوۃ والارشاد والہدایۃ والتبلیغ والافتاء والتدریس وغیرہم من الموظفین فی المدارس الدینیہ ولا یدخل فیہا ایضا تاسیس المعاہد الدینیہ وتعمیرہا واعانتہا واقامتہا وغیر ذلک مما یشبہہ

اور بعض علمائے اہل حدیث نے ایسے اصحاب نصاب کو عاملین میں داخل سمجھا ہے ۔ ان کا خیال یہ ہے کہ عاملین کو زکوۃ کا مصرف ٹھہرانے کی علت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ان عاملین نے ایک کام جو مصالح مسلمین سے ہے انجام دیا ہے-قال الشوکانی : حدیث ابن السعدی (عند الشیخین) دلیل علی أن عمل الساعی سبب لاستحقاقہ الأجرۃ کما أن وصف الفقر والمسکنۃ ہو السبب فی ذلک واذا کان العمل ہو السبب اقتضی قیاس قواعد الشرع أن الماخوذ فی مقابلۃ الأجرۃ

اسلامی حکومت کے عاملین کو اللہ تعالی نے صاف طور پر زکوۃ کا مصرف نہیں ٹھہرایا ہے لیکن روایات حدیثیہ سے ثابت ہے کہ عہد نبوت میں جو اشخاص اس قسم کے کاموں کو انجام دیتے تھے ان کو بھی رسول ﷺ ان کے کاموں کی اجرت عنایت فرماتے تھے ۔ ابوداور میں بریدہ سے مرفوعا روایت ہے :

وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ : «مَنْ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدُ فَهُوَ غُلُولٌ» رَوَاهُ أَبُو دَاوُد) قال الشوکانی : فیہ دلیل علی انہ لا یحل للعامل زیادۃ علی ما فرض لہ من استعملہ وما اخذہ بعد ذلک فہو من الغلول وذلک بناء علی أنہ اجارۃ ولکنہا فاسدۃ یلزم فیہا اجرہ المثل الی آخر ما قال ( نیل الاوطار : 4/33)

پس حکومت اسلامی کے دیگر عاملین مثل قضاۃ وغیرہ بوجہ اشتراک فی العلۃ حکم سعاۃ میں داخل ہیں ۔ اس کے علاوہ عہد خلافت راشدہ میں بھی دیگر عاملین کی اجرت بلکہ خود حاکم کی اجرت مال مسلمین سے دیا جانا ثابت ہے اور انہی وجوہ سے خلف وسلف کی ایک بڑی جماعت اس جانب گئی ہے ۔

قال الطبری : ذہب الجمہور الی جواز اخذ القاضی الاجرۃ علی الحکم لکونہ یشتغلہ الحکم من القیام بمصالحہ (عمدۃ القاری للعینی وفتح الباری 13/150)

واحتج ابوعبدہ علی جواز ذلک بما فرض اللہ للعاملین علی الصدقۃ جعل لہم حقا منہا لقیامہم وسعیہم الی قولہ وقال ابن االمنذر : حدیث ابن االسعدی حجۃ فی جوارزاق القضاۃ من وجوہہا (فتح الباری 13/154) وقال القاری فی المرقات فی شرح الحدیث : وغیرہ جائز اخذ العوض من بیت المال علی العمل العام وان کان فرضا کالقضاء والحسبہ والتدریس بل یجب علی الامام کفایۃ ہولاء ومن فی معناہم فی بیت المال انتہی وقال المولوی عبدالحی لکھنوي عی عمدۃ الرعایۃ : وکل من فرغ نفسہ بعمل من امور المسلمین یستحق علی ذلک رزقا کالقاضی الخ

پس ایسا مدرسہ جو مصالح مسلمین پر مشتمل ہے اس کے مدرسین کو مد زکوۃ سے تنخواہ دینی کیوں درست نہیں؟ ساتھ ہی اس کے اس زمانہ میں مدارس دینیہ کے قیام وبقا کی جو ضرورت ہے وہ و مخفی نہیں ۔ وہ بھی ظاہر ہے کہ تاوقتیکہ مدارس کی امداد مد زکوۃ سے نہ ہوگی کوئی مدرسہ چل نہیں سکتا ۔ پس سائلین صدقات کے ساتھ دوسرے عاملین ملحق ہیں اور عاملین صدقات کے لئے بحالت ان کے غنی ہونے کے بھی زکوۃ سے اجرت لینی درست ہے تو مد زکوۃ سے مدرسین کو تنخواہ معین غیر معین دونوں طرح لینا ان کے غنی ہونے کی صورت میں بھی جائز اور درست ہوگا جیسا کہ حضرت ابوبکر کے واقعہ سے ثابت ہے

اخرج ابن سعج عن میمون قال : الما استخلف ابوبکر جعلوا لہ الفین فقال : زیدوا لی فان عیالا وقد اشتغلتمونی عن التجارۃ فزادوہ خمس مائۃ (تاریخ الخلفاء)

علماء حنیفہ کے نزدیک مدزکوۃ سے مدرسین وملازمین مدرسہ کوبصورت ان کے غنی ہونے کے تنخواہ نہیں ادا کی جاسکتی اور نہ انکےلئے لینا جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں : زکوۃ ایک فریضہ الٰہی ہے جس کی ذمہ داری مالک نصاب پر عائد ہوتی ہے ۔ اورچونکہ وہ حج روزہ نماز کی طرح ایک عبادت ہے اس لئے مالک نصاب کو مقررہ شروط وقیود کا لحاظ رکھتے ہوئے مال کا ایک معین حصہ اس کے مصارف میں بطور تملیک اس طرح ادا کرنا ضروری ہے کہ اس کی ادائیگی میں بجز امتثال امر الٰہی شخص مودی الیہ سے کسی قسم کوئی غرض حصول نفع کی خاطر نہ ہو(تنویر الابصار) اس لئے وہ ان لوگوں پر بھی اس کو صرف نہیں کرسکتا کہ جن کے دینے میں حصول نفع کا احتمال ہو۔

کماقال فی ردالمختار : فلایدفع لاصلہ ای وان علاء ولفرعہ ای وان سفل وکذاالزروجتہ وزرجہا وعبدہ وکاتبہ لانہ بالدفع الیہم لم تنقطع المنفعۃ عن الملک ای المزکی من کلاوجہ۔

اوراسی بنا پر اجرت معاوضہ ہے ان کے عمل کا اورزکوۃ میں معاوضہ مقصود نہیں ہوتا۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ عاملین صدقات کے ساتھ اغنیاء مدرس کو ملحق کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ ان کو جوکچھ ملتا ہے وہ بطریق عمالہ ہے اورچونکہ یہ بقدر کفاف یعنی : ان کے اوران کے اعوان کی ضرورت اور حاجت کے مطابق دیا جاتا ہے اس لئے اس کو اجرت ومعاوضہ سمجھنا غلط ہے کیونکہ وہ مقدار جواس کو اوراس کے اعوان کو کافی ہوسکے وہ مجہول اور غیر معلوم ہے ۔ اوراحد العوضین کی جہالت جواز اجارہ سے مانع ہے پس معلوم ہواکہ عامل صدقہ کا استحقاق بطور اجرت ومعاوضہ کے نہیں ہے بلکہ بطریق کفایہ ہے بنا بریں مدرسین وملازمین مدرسہ کوعاملین صدقات کے ساتھ ملحق کرنا غلط ہے ۔

حنفیہ کہتے ہیں دیر عاملین کے عمالہ سے جوان کو بیت المال سے ملتا تھا مدرسن کے مدزکوۃ سے تنخواہ دینے کے جواز پر استدالا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ بیت المال دراصل اسلامی خزانہ کا نام ہے جس ایک جنس غنائم وغیرہ جمع ہوتے تھے اور اس آیت وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم الخ کے بموجب صرف کیا جاتا تھا۔ دوسرا شعبہ بیت الصدقات تھا۔ جس میں عشر وزکوۃ فطر کے اموال جمع ہوتے تھے اوراس کو مصارف منصوصہ ثمانیہ میں صرف کیا جاتا تھا۔ نیز ایک شعبہ خراج الارض والجزیہ تھا جس میں زمینوں کا خراج اورجزیہ وغیرہ کا مال جمع رہتا ۔ اس شعبہ سے قاضی مفتی اور علماء وغیرہ کو بقدر کفاف ملاتا تھا۔ چوتھا شعبہ لاورث لوگوں کے ترکہ اورلقطات کا تھا جس کوضوائع کہتے تھے ۔ اس سے عام مصالح مسلمین میں امداد ملتی تھی (عالمگیری وغیرہ) پس یہ ثابت کرکے کہ علماء وقضاۃ اورعمال کو بیت المال سے تنخواہ ملتی یہ ثابت کرنا کہ مدزکوۃ سے مدرسین تنخواہیں پاسکتے ہیں صحیح نہیں ۔ مالی آخرہ

ھذا ما عندي والله أعلم بالصواب

# فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

**جلد نمبر 2۔کتاب الزکاۃ**

**صفحہ نمبر 70**

**محدث فتویٰ**